مصری معیشت کی تباہی میں
آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کا کردار

ڈاکٹر تسنیم ابراہیم
ترجمہ و تلخیص: محمد ظہیر الدین بھٹی

ترقی پذیر خصوصاً مسلم ممالک کی معیشت میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک جیسے اداروں کا کردار مطالعے کا بہت اچھا موضوع ہے۔ پاکستان میں بھی یہ بات ہر ایک کی زبان پر ہے کہ ان اداروں کے نمایندے ہی ہمارا بجٹ بناتے ہیں اور ہماری حکومت ان کی ہر ہدایت پر عمل کرتی ہے۔ کہا جانے لگا ہے کہ مغربی طاقتوں نے اس طرح ہمیں دوبارہ غلام بنا لیا ہے' خود مختاری اور آزادی صرف نام کی اور دکھاوے کی ہے۔ ہم رسالہ المجتمع شمارہ نمبر ۱۲۱۶ ستمبر ۹۶ سے کیلی فورنیا یونی ورسٹی کے پروفیسر' ڈاکٹر تسنیم ابراہیم کے ایک مقالے کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں جس میں انھوں نے اس حوالے سے مصر کا مطالعہ کیا ہے۔ ضرورت ہے کہ کوئی محب وطن پاکستانی ماہر معاشیات' پاکستان کے حوالے سے بھی تحقیقی مطالعہ پیش کرے۔ (مدیر)

ماضی میں امریکہ کا ایک بھرم قائم تھا۔ اسے مہربان اور نجات دہندہ سمجھا جاتا تھا مگر اب اس کا یہ بھرم ختم ہو چکا ہے۔ کیونکہ اس نے اقوام متحدہ کے مالی اداروں کے ذریعے تمام ترقی پذیر ممالک میں قرضے کے جال پھیلا دیے ہیں۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک دونوں ادارے ۱۹۴۴ میں قائم ہوئے۔ واشنگٹن میں ان دونوں کے صدر دفاتر ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ایک ہی جیسی دو الگ الگ عمارتوں میں واقع ہیں۔ ان دونوں کے مابین کئی سطحوں پر رابطے ہیں۔ ان کی مجالس انتظامیہ کے اجلاس یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت' مخصوص افسران دونوں اجلاسوں میں شریک ہو سکیں۔

انصاف پسند تجزیہ نگاروں نے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک دونوں کو خطرناک ادارے قرار دیا ہے۔ چیرل پیئر (Cheryl Payer) نے اپنے مقالے The Debt Trap and the Third World (Monthly Review Press, New York) میں نہایت تفصیل سے واضح کیا ہے کہ امیر ممالک

کس طرح قرضوں کا جال پھیلاتے ہیں۔ وہ لکھتی ہے:

"یہاں کے کرتا دھرتا اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہیں۔ ان اداروں کے پاس دوسرے ممالک کی معیشت کے بارے میں ایسی خفیہ معلومات ہوتی ہیں جن سے کوئی اور آگاہ نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں ادارے مشترکہ رسالے اور مطبوعات شائع کرتے ہیں تاکہ اپنے فلسفے اور منصوبوں کو رائج کر سکیں۔ چھوٹے ممالک پر مسلط کردہ قرضوں نے امریکہ کو "دنیا کو قرض دینے والی" سب سے بڑی مملکت بنا دیا ہے۔ آئی ایم ایف کے قرضے اور امداد ان ممالک کے لیے نہیں ہیں جو اس کے ضابطوں پر عمل پیرا ہونے کا اچھا ریکارڈ رکھتے ہیں یا جنھیں ان کی احتیاج ہے"۔ (ص ۲۵)

قرض لینے والے ممالک کو پابند کیا جاتا ہے کہ وہ لیے گئے قرضوں کی واپسی کے لیے آئی ایم ایف کے لائحہ عمل پر سختی سے عمل کریں۔ اس لائحہ عمل پر عمل درآمد ہی واپسی کی ادائیگیوں کے لیے مہلت دینے کی بنیاد بنتا ہے۔ یہ کوئی ٹھوس اور حقیقی منفعت بخش لائحہ عمل نہیں ہوتا بلکہ اس پر عمل کرنے سے الٹا قرضوں میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ ماہرین جب آئی ایم ایف کی پالیسی پر تنقید کرتے ہیں تو آئی ایم ایف اس کا ذمہ دار ان رکاوٹوں کو قرار دیتا ہے جن کی وجہ سے اس کے طے کردہ لائحہ عمل پر چلنے میں ناکامی ہوئی۔

ترقی پذیر ممالک پر آئی ایم ایف کی مکمل گرفت ہے۔ یہاں پر اسی کا حکم چلتا ہے۔ وہ متعلقہ ملک کی حکومت کی مداخلت کو عملاً روک دیتا ہے۔ وہ کسی بھی ترقی پذیر ملک کی طرف سے قرضوں کے طوق اتارنے اور اپنی کمزور معیشت کے احیا کی کسی حقیقی کوشش کو ناکام بنا دیتا ہے۔ اپنے ملک کو اقتصادی لحاظ سے مضبوط کرنے، اشیاے ضرورت کی بہم رسانی اور ملکی مصنوعات کے فروغ کی کوشش کو ایک قسم کی "گڑبڑ" اور "عیب" سمجھا جاتا ہے۔ (ص ۲۵)

اشیا کی قیمتیں مقرر کرنے میں، آئی ایم ایف، فائنل اتھارٹی ہے۔ وہ متعلقہ ممالک کے زیر اثر ہونے والی آزاد تجارت کو بھی مفلوج کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ کرنسی کے نرخوں کی کمی بیشی پر عائد کی جانے والی پابندیوں کے بھی خلاف ہے۔ وہ ادائیگی کے شیڈول کو درست کرنے کی خاطر کی جانے والی غیر مستقل قیمتوں کا بھی مخالف ہے۔ (ص ۲۴)

آئی ایم ایف کی پالیسی کی بنیاد یہ محسوس ہوتی ہے کہ ضرورت مند ملکوں کو محتاج تر بنایا جائے۔ یہ سخت شرائط، سیاسی دخل اندازی اور ملکی اقتصادیات اور ترقی کے خلاف اقدامات کی پالیسی کی شہرت رکھتا ہے۔ (ص ۲۶)

آئی ایم ایف کے نمایندے، امداد دینے سے کچھ روز پہلے، واشنگٹن سے، دستخط کرنے کی تقریب میں شمولیت کے لیے، قرض لینے والے ملک جاتے ہیں۔ آئی ایم ایف مقروض ملکوں کی حکومت کو درآمدات و

بر آمدات کے بارے میں پابند کر دیتا ہے۔ غیر ملکی بنک سے معاملہ کرنے والے اس ملک کے لیے ممکن نہیں رہتا کہ وہ مستقبل کے متوقع بحرانوں کے لیے کسی چیز کا ذخیرہ کر سکے۔ وہ اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ ملکی مصنوعات و پیداوار پر زیادہ سے زیادہ ٹیکس عائد کرے۔ وہ اسے ضروری اشیا کے subsidy اٹھانے کے لیے کہتا ہے۔ غیر ملکی سرمایہ کاری کا وسیع پیمانے پر خیر مقدم کرنے کی شرط لگاتا ہے۔ آئی ایم ایف ملکی اشیا کے نرخوں کی سطح بلند کرنے پر زور دیتا ہے تاکہ غیر ملکی وسیع ور آمدات کی راہ ہموار ہو سکے۔ وہ اجرتوں اور تنخواہوں کے بڑھانے پر کنٹرول عائد کرنے پر اصرار کرتا ہے۔ یہ ہیں آئی ایم ایف کی سنگدلانہ شرائط میں سے کچھ نمایاں شرطیں۔ (ص ۲۵)

۱۹۷۳ سے پہلے مصر' عالمی بنک کا صرف ۷۰ ملین ڈالر کا مقروض تھا۔ ۱۹۷۳ میں' مصر نے انور السادات کے دور میں ۲۲۷ ملین ڈالر کا قرض لیا۔ پھر ۱۹۷۴ اور ۱۹۷۵ میں ۲۲۲ ملین ڈالر کا ایک اور قرضہ لیا۔ ۱۹۷۶ اور ۱۹۷۷ میں ۲۶۷ ملین ڈالر کا مزید قرضہ لیا۔ اس طرح حکومت مصر نے اپنے اوپر ۴۹ بلین ڈالر قرضوں کا بوجھ لاد لیا۔ یہ سب اخراجات میں اسراف کا اور اس اصل زر سے راہ فرار کا نتیجہ تھا جسے ۱۹۸۱ کے سال سے پہلے "اوپن ڈور" کی پالیسی نے کھینچا تھا۔ یوں مصر ۸۰ کے عشرے کے نصف تک قرضے لیتا رہا۔ البتہ مصر کو جنگ خلیج میں حصہ لینے پر مجبور کرنے کے صلے میں ۲۹ بلین ڈالر کی چھوٹ دی گئی۔

گندم کے بارے میں سازش

مصر اپنی ۵۷ ملین آبادی کے لیے اپنی گندم کی پیداوار پر بہت انحصار کرتا رہا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اس نے اپنی اقتصادی آزادی کے دور میں کبھی گندم درآمد کی ہو۔ مگر یہ حالت اچانک بدلی کیسے؟

۸۰ کے عشرے کے آغاز میں امریکہ نے حکومت مصر کے ساتھ یہ معاہدے کیے: ۱۔ زرعی تحقیقی منصوبہ' ۲۔ قاہرہ کو پانی کی سپلائی' ۳۔ نظام آبپاشی اور ۴۔ مقامی ترقی کا پروگرام۔ زرعی سامان تجارت کو "اجناس برائے ترقی" کے نام سے پیش کیا گیا۔ ۱۹۸۲ میں ایک معاہدے پر دستخط ہوئے تاکہ ۳ لاکھ ۸۵ ہزار ڈالر کی گندم مصر میں لائی جا سکے۔ اس معاہدے کی شرائط کی رو سے پیداوار اور اس کے ذخیرہ کرنے کو بہتر بنانے کے لیے کاشتکاروں کو امداد دی جائے گی۔ مقامی پیداوار کی حوصلہ شکنی میں کمی کی جائے گی' تحقیق کے نتائج عام کیے جائیں گے اور "موجودہ" اور "سابقہ" زیر کاشت اراضی کی حالت بہتر بنائی جائے گی نیز دیگر نئی اراضی کو قابل کاشت بنایا جائے گا۔ اس کے ساتھ امریکہ نے یہ شرط بھی لگائی کہ وہ مصر کے زراعت پر مبنی صنعتی اور تجارتی امور میں مداخلت کرتا رہے گا۔ ۱۹۸۹ میں معلوم ہوا کہ مصر گندم اور آٹا درآمد کرنے والا تیسرا بڑا ملک ہے۔ اس کے بعد تو مصر' امریکہ کی گندم کا سب سے بڑا خریدار بن گیا۔

مصر کے سابق وزیر آبپاشی نے اس بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "امریکہ نے مصر

کو پابند کیا ہے کہ وہ گندم کی پیداوار میں اضافہ نہ کرے"۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں، ایک گاؤں میں، ایک ماہ سے زیادہ مدت کے لیے پانی بند کر دیا گیا جس کے نتیجے میں گندم کی فصل کے ہزاروں ایکڑ کھیت تباہ ہو گئے۔ ایک اور گاؤں کی زمینوں میں پانی چھوڑ دیا گیا۔ اس سے زبردست نقصان ہوا۔ ایک اور گاؤں کی زمینوں میں تربوز کاشت کروائے گئے جس سے ان اراضی کی زرخیز مٹی، گندم کی کاشت کے قابل نہ رہی۔ اسی طرح برآمد کردہ بیجوں سے ایسے کیڑے اور بیماریاں پیدا ہوئیں جن پر قابو پانا دشوار ہو گیا۔ اس سے چھوٹے کاشتکاروں کو خطرناک مالی بحرانوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ پیشگی منصوبہ بندی کے بغیر نہیں ہوا۔ آج کل مصر، امریکہ سے ۴۵۰ ہزار ٹن گندم منگواتا ہے۔ صرف ۱۹۹۲ میں ایک ملین ٹن سے زائد گندم درآمد کی گئی۔(۱)

ان رپورٹوں کو دیکھ کر آدمی یہ پوچھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ مشترکہ تحقیق کے منصوبوں کا نتیجہ کیا نکلا؟ مصری زرعی اراضی کا استحصال کس حد تک کیا گیا؟ اور کس حد تک زرخیز اور قابل کاشت بنایا گیا؟ اس سلسلے میں کتنی ادائیگیاں ہوئیں؟

"مصری زرعی رقبوں، زرعی صنعت اور زرعی تجارت پر امریکی کنٹرول اور اس پر امریکہ کی سرمایہ کاری نے بالآخر مصر کو متوقع بحرانوں تک پہنچا ہی دیا۔ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت زراعت سے متعلق قرضوں میں اضافہ کیا گیا تاکہ اس طرح مصریوں کو اس مصیبت میں پھنسا کر انھیں آسانی سے زیر کیا جا سکے۔ (الشعب ۲۳ اپریل ۹۶) اب مصر دنیا کے گندم درآمد کرنے والے ممالک میں تیسرے نمبر پر ہے۔ وہ "دی گیٹ" کے سمجھوتے میں گندم کے نرخوں میں اضافہ ہونے کے باوجود ۶ ملین ٹن گندم درآمد کرتا ہے۔ اس سمجھوتے کی رو سے ایک ٹن گندم کی قیمت ۲۲۰ ڈالر مقرر کی گئی ہے۔ (الشعب، ۲۸ مارچ ۹۶) گندم کی پیداوار میں مصر کو یوں ناکام بنا دینے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے موجودہ اور آیندہ جمع شدہ قرضوں کو واپس کرنے میں بے بس رہے۔ اور اس طرح امریکی استعماری خواہشات کا تابع بن کر رہنے پر مجبور ہو جائے۔

مصری اپنے یومیہ ناشتے میں لوبیا پر انحصار کرنے میں مشہور ہیں۔ وہ لوبیا کی پیداوار اور اسے برآمد کرنے میں اپنی برتری میں بھی مشہور تھے مگر گندم کی خراب کاشت کے نتیجے میں ۱۹۹۲ میں جنم لینے والے کیڑے مکوڑوں نے لوبیا کی پیداوار کو بھی تہس نہس کر دیا۔ انھیں ختم کرنے کے لیے، درآمد کردہ کیڑے مار دواؤں سے ۳۵۰ ہزار ایکڑ زمین پر بوئی جانے والی لوبیا کی فصل تباہ ہو گئی۔

یہ سب کچھ باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت کیا گیا تاکہ مقامی پیداوار میں کمی واقع ہو اور امریکہ سے "زرعی تجارت" کو فروغ ملے۔ کچھ عرصہ پہلے امریکہ نے مصر کو ایک تعلیمی وظیفہ دیا مگر ساتھ ہی تین ملین ڈالر کی رقم، امریکہ سے زرعی ریسرچ میں ڈاکٹریٹ کرنے پر خرچ کرنے کی شرط عائد کی۔ ایک بلین ڈالر،

آیندہ پانچ برسوں میں زرعی منصوبوں پر خرچ کرنے کے لیے کہا گیا جس کا ۷ فی صد سودی منافع امریکہ کے مفاد میں خرچ ہو گا۔ (الشعب' ۲۱ اپریل ۹۶)

کپاس کے بارے میں سازش

مصر گذشتہ دور میں' طویل ریشے کی کپاس کی پیداوار میں سرفہرست ہونے کی بنا پر دنیا بھر میں مشہور رہا ہے۔ وہ کپاس کی پیداوار اور اس کی تجارت کرنے والے کامیاب ترین ممالک میں سے ایک تھا۔ ۱۹۷۹ اور ۱۹۸۱ کے دوران' امریکہ اور حکومت مصر کے مابین ہونے والے معاہدے میں مصر کو مجبور کیا گیا کہ وہ باہمی خیرسگالی کی خاطر' اچھے بیج اور کھاد استعمال کرے' اور حصول پیداوار کے طریقوں میں تبدیلی کے ذریعے موجودہ زیر کاشت اراضی کو استعمال کرے۔ اس کے ساتھ ہی اس معاہدے میں دور افتادہ غیر کاشت اراضی میں تجرباتی منصوبوں کی حوصلہ افزائی کرنے کا عزم ظاہر کیا گیا تھا۔(۲)

مصر کو مجبور ہونا پڑا کہ وہ امریکی کپاس "بیما" کے بیج استعمال کرے۔ یہ کپاس اری زونا' کیلی فورنیا' نیو میکسی کو اور ٹکساس میں کاشت کی جاتی ہے۔ یہ بیج مصر نے خریدے اور انھیں لمبے ریشے کی اصلی مصری کپاس کے بیجوں سے ملا کر کاشت کیا تاکہ ۸۰ کے عشرے میں زیادہ پیداوار حاصل کی جاسکے۔ مگر ان تجربات نے مصری کپاس کی فصل' کپاس کی صنعت اور اس کی تجارت کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ کیونکہ یہ درآمد کردہ بیج اپنے ساتھ امریکی کیڑے' سنڈیاں اور پھپھوندی بھی لائے۔ پھر ان بیجوں کو غیر مناسب آب و ہوا اور ناسازگار ماحول کا سامنا تھا۔

قاہرہ کے امریکی سفارت خانے کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے: "مصر جو دنیا بھر میں نہایت اعلیٰ درجے کی کپاس پیدا کرتا تھا وہ مسلسل تین سال سے خسارے میں مبتلا ہے۔ حکومت مصر کپاس نیز چاول اور گنے کے سلسلے میں جبری تقاضوں کی تعمیل کرتی چلی آ رہی ہے۔ کپاس کا بحران اتنا شدید ہو گیا ہے کہ اب مصر نے امریکہ سے چھوٹے ریشے کی ۱۹ ہزار ۶ سو ٹن کپاس' ۵۰۰ ملین ڈالر کے نقصان پر درآمد کی ہے۔ ادھر کتائی اور بنائی کی کمپنیوں نے مصری کپاس خریدنے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ امریکی کپاس خریدنے کو ترجیح دے رہی ہیں کیونکہ وہ سستی ہے"۔(۳)

یہ ہے زرعی اصلاح کا وہ منصوبہ جس کا ہدف زرعی اراضی کو خراب کرنا اور ہر سطح پر مصری فصلوں کی پیداوار پر ضرب کاری لگانا ہے۔ اب یہ بات کسی سے بھی مخفی نہیں رہی۔

مزید برآں امریکہ نے کپاس کے مصری کارخانوں کے خلاف سازش کی۔ ماضی میں' امریکہ کی رسائی' مصری کپاس کی کتائی کی عملی تیاری کی منڈی' تک نہیں تھی۔ مگر اب نوے کی دہائی میں' امریکہ نے کپاس کی صنعت کی عالمی منڈی پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس نے پہلے مصریوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اپنی

فیکٹریوں میں لمبے ریشے کے بجائے چھوٹے ریشے کی کپاس کی کتائی کے لیے تبدیلی کریں۔ ۱۹۹۱ کی مارکیٹ رپورٹوں کے مطابق، امریکہ نے مصر کو ۱۰۰ ملین ڈالر کا ایک مشروط عطیہ دیا تاکہ وہ اپنی کتائی اور بنائی کی تین بڑی کمپنیوں کی فیکٹریوں میں تبدیلی کا عمل کرے۔ یہ کمپنیاں ہیں۔ مصر المحلۃ، مصر للغزل، اور مصر البیضاء

اب مصر کا شمار، امریکہ سے زیادہ امداد حاصل کرنے والے ممالک میں ہونے لگا ہے۔ امریکہ اسے "ایڈ" کہتا ہے۔ یہ اصطلاح، قوت مدافعت کے فقدان کے مرض کی نشاندہی کرتی ہے۔

۱۹۹۰ میں امریکہ نے ۲۰۰ ملین ڈالر کی رقم مشینری اور دیگر سازوسامان کی درآمد کے لیے مقرر کی۔ جب کہ ۴۰۰ ملین ڈالر امریکی وزارت زراعت کے پروگراموں کی خاطر مختص کی۔ مصر اب اپنی غذائی ضروریات کا ۴۰ فی صد درآمد کرتا ہے۔

امریکہ اور صیہونیوں نے پورے علاقے کے غذائی امن کو تہ و بالا کرنے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔ عرب علاقے کے آبی ذرائع میں مداخلت، پانی کی تقسیم اور اجناس کی متعین اقسام کی کاشت کو مسلط کرنے سے یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔ "امریکہ اور اسرائیل"، "مطلوب غذاؤں" کو برآمد کرنے میں اپنی مرضی مسلط کریں گے۔ اس سلسلہ میں جے۔اے الن لکھتا ہے:

"مصر ان ممالک میں سے ایک ہے جن کے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ یا تو وہ اپنے سکے کی قیمت کو مستحکم کریں یا پھر اپنی غذائی قلت والی معیشت کو سہارا دینے کی خاطر، دیگر ممالک سے غذا کی خریداری پر اپنے قیمتی سرمایے کو خرچ کرنے کا تلخ عمل سرانجام دیں۔(۴)

ملک کو خوش حالی اور امن عطا کرنے کے دل کش نعرے سے کام لے کر، امریکہ نے مصر اور اسی طرح کے کئی دیگر ممالک کی جو اقتصادی حالت کر دی ہے اس کی وجہ سے امریکہ کی غذائی پالیسی کو سخت تنقید کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ دنیا کی واحد سپر پاور کی طرف سے محض اپنی "آزاد" تجارت کی اغراض کی خاطر، مصری اقتصادیات کو تباہ کرنے کے عمل نے امریکہ اور ترقی پذیر ممالک میں فاصلے مزید بڑھا دیے ہیں۔ جب کہ اس کے مقابلے میں دیگر ترقی یافتہ ممالک مثلاً جاپان، "بنیادی غذاؤں میں خود کفالت" پر انحصار کے ذریعے، پیداوار میں اضافہ کرنے کو اہمیت دیتے ہیں۔ زراعت میں مدد دیتے ہوئے ان کے سامنے، امریکہ کی طرح، "پیداوار برائے تجارت" کا مقصد نہیں ہوتا۔ جنوبی کوریا، آسٹریا، سوئٹزرلینڈ اور اسکنڈے نیویا کے ممالک بھی جاپان کا سا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔

امریکہ نے اپنی "آزاد" تجارتی پالیسی کو اس طرح چلایا کہ بحران پیدا ہوں اور وہ ان سے فایدہ اٹھا سکے۔ اس نے اپنا قبضہ پختہ کرنے کے لیے، مالی دباؤ کے ذریعے مزید ذخیرہ اندوزی کی مذموم کوشش بھی کی۔ امریکہ،

بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اور عالمی بینک تینوں طاقتوں نے کچھ عرصہ پہلے، مصری قرضوں کے نظام الاوقات کے بارے میں یہ شرط عائد کی کہ مصر، قرضوں کے شیڈول پر نظرثانی کے پروگرام کی تعمیل کرے۔

مصر کو آمادہ اطاعت کرنے کے لیے "امداد" بطور رشوت استعمال کی اور اسے "اصلاحی پروگرام" کا نام دیا۔ ان کی ایک رپورٹ میں، اس مدد کو رشوت کے طور پر استعمال کرنے کا بڑی ڈھٹائی سے اعلان کیا گیا ہے۔ "قرضوں اور اس کے شیڈول میں تخفیف سے کچھ پابندیاں عائد ہوں گی"۔ یہ پولینڈ کے ساتھ کیے گئے سودے اور معاملے کے بالکل الٹ ہے۔ مصر کی اقتصادی زبوں حالی پر تبصرہ کرتے ہوئے پیرس کلب نے مطالبہ کیا ہے کہ اقتصادیات کو مکمل آزاد کیا جائے۔ اوسط منافع کے راہ کی رکاوٹوں کا ازالہ کیا جائے۔ فروخت کردہ اشیا پر ٹیکس لگایا جائے، خصوصی سرمایہ کاری کے لیے اقتصادی سیکٹروں کو کھلا رکھا جائے۔

رفاہ عامہ کے اداروں کی تحلیل

مصر کی زرعی پیداوار اور اس کی تجارت پر ضرب کاری لگانے کے بعد، امداد دینے والوں نے مصری رفاہ عامہ کے اداروں کو ختم کرنے کی تدبیر کی۔ امریکی امداد ۱۱۵ ملین ڈالر سے ۲۰۰ ملین ڈالر بڑھانے کا اصل مقصد یہ تھا کہ اس طرح مصر امریکی پیداوار اور اس کا خام مال خریدے۔ امریکہ نے مصر کو اس بات سے روک دیا کہ وہ اس رقم کا کچھ حصہ ہسپتالوں کی تعمیر و ترقی پر خرچ کرے۔ اس نے یہ شرط عائد کی کہ پہلے عام ہسپتالوں کو خاص ہسپتالوں میں تبدیل کیا جائے۔ زیریں ڈھانچے میں اصلاح کی خاطر ۳۰۰ ملین ڈالر مالیت کے قرض کو جولائی ۱۹۹۱ سے ۱۹۹۲ تک موخر کر دیا گیا، ایسا مصر کو ایک طرح کی سزا دینے کے لیے کیا گیا کہ اس نے آئی ایم ایف کی شرط کے مطابق، رفاہ عامہ کے منصوبوں میں سرمایہ کاری میں کیوں تاخیر نہ کی۔(۵)

امریکہ، مصری رفاہ عامہ کے نظام کو اپنے فلسفہ آزادی کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ سمجھتا ہے۔ اس لیے کہ یہ مصری نظام اپنے کم آمدنی والے شہریوں کی خدمت---- اشیا کی قیمتوں میں کمی اور ملازمین کی ملازمتوں میں کافی حد تک توسیع کے ذریعے کرتا ہے۔ جب حکومت مصر نے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور الاؤنسوں میں اضافہ کیا تو آئی ایم ایف نے اس کو سخت ناپسند کیا۔ اس نے ٹیکسوں میں اضافے کا مطالبہ کیا۔ مصر نے آئی ایم ایف کی پالیسیوں کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے، مئی اور دسمبر ۱۹۹۱ میں دو بار پٹرول اور بجلی کی قیمتوں میں مجبوراً اضافہ کیا نیز اپنے شہریوں کی آمدنی میں ۲۷ فی صد کی کمی کی۔ اس دوران ملازمتوں کو ختم کرنے سے، ملازمین کی ایک بڑی تعداد، اپنی ملازمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ اس کے بعد امریکہ نے، جس کی لاٹھی اس کی بھینس کی پالیسی جاری رکھتے ہوئے، مصری رفاہ عامہ کے اداروں کے ۵۰ فی صد حصص کو قانونی ترامیم کے ذریعے اپنی ملکیت میں لینے کی کوشش کی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اقتصادی رپورٹوں میں آئی ایم ایف کے مخصوص منصوبوں کے حق میں زور و شور سے

پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ اس کا مقصد ان منصوبوں کو قانونی رنگ دینا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ۱۹۹۱ کی رپورٹوں میں یہ شکایت کی گئی ہے کہ "۸۵ فی صد مصری صنعت حکومت کی ملکیت ہے"۔ ان رپورٹوں میں یہ ترغیب دی گئی ہے کہ اس نوعیت کی ۳۵۰ کمپنیوں کے ۴۹٪ حصص کو سٹاک مارکیٹ میں فروخت کر دیا جائے۔ یہ پبلک ویلفیئر کمپنیوں کے جدید قانون کے مطابق ہو گا۔(۶) چنانچہ مصر کی وزارت زراعت نے رفاہ عامہ کے اداروں کی ملکیت ایک ملین ایکڑ اراضی یا تو فروخت کر دی ہے یا اسے فروخت کرنے کا بندوبست مکمل کر لیا ہے۔

آج کل وزارت صحت، پبلک ہسپتالوں میں سرمایہ کاری کے درپے ہے۔ مصر کو، ان ہسپتالوں میں سرمایہ کاری کو سہل بنانے کے لیے تبدیلیاں کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ اسے کہا گیا ہے کہ وہ "مخصوص سرمایہ کاری کے راستے میں حائل تمام رکاوٹیں" دور کرے۔ چنانچہ مصر نے غیر ملکی سرمایہ کاری کے خاص قانون نمبر شمار ۴۳ بابت ۱۹۷۴ میں تبدیلیاں کیں تاکہ غیر ملکیوں کے لیے سرمایہ کاری میں سہولت ہو۔ اقتصادی رپورٹوں میں--- دواؤں کی قیمتوں کے کنٹرول پر حملہ کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ اس کنٹرول کو "امریکہ کی دوا ساز فیکٹریوں کے لیے نقصان دہ" سمجھا جا رہا ہے۔(۷) حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ سرکاری جنرل ہسپتال--- اپنے قدرے پست معیار کے باوجود--- غریبوں کے لیے عمدہ خدمات مہیا کرتے ہیں۔ ان رپورٹوں میں اس بات کا بھی مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ زیادہ "آزادی" اور زیادہ غیر ملکی تسلط کی خاطر، ضابطہ کی کارروائیوں کو ختم کر دیا جائے۔

مصری پٹرول بھی بتدریج بین الاقوامی "آزادی" کی جانب بڑھ رہا ہے۔ کتائی بنائی کے کارخانوں نیز لوہے اور فولاد کے کارخانوں کو بھی غیر ملکی خطرہ درپیش ہے۔ اس صورت حال نے ایک ملین مصری کارکنوں کو غضبناک کر دیا ہے۔ ان کی روزانہ کی روزی کو بھی خطرے کا سامنا ہے۔ بنکوں، تجارتی کمپنیوں اور اخبارات سمیت ہر چیز کا وہی حشر ہونے والا ہے جو مصری رفاہ عامہ کے نظام کا ہوا ہے۔ اب تو ملکی تجارتی مراکز کو فروخت کرنے کے لیے پیش کیا جا رہا ہے جیسے شکوریل، صیدناوی اور عمر افندی۔ اسی طرح ۴۱ غذائی اور تعمیراتی کمپنیوں اور ۶۳ ہوٹلوں کو بھی بیچا جا رہا ہے۔ حساس اہمیت کی حامل کمپنیوں (جیسے الومنیم) کے سرمایہ کا ۴۰ فی صد بھی فروخت کیا جا رہا ہے۔

ہوش ربا بات یہ ہے کہ قرضوں کا یہ اندھا کنواں گہرے سے گہرا ہوتا چلا جا رہا ہے۔ قرضوں کا جال پھیلانے والوں نے صورت حال کو نہایت گمبھیر اور پریشان کن بنا دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مصری شہری کو اپنی روزانہ کی روزی اور روٹی کی فکر و تلاش میں منہمک کر کے پوری مصری قوم کو عزت نفس، قومی خودداری اور ملی وقار سے تہی دامن کرنے کی بھیانک سازش مکمل ہو چکی ہے۔

ترقی پذیر ممالک کے ساتھ امریکی رویہ، کیا یہی جمہوریت ہے؟ کیا یہی مزدوروں اور کسانوں کے حقوق کی پاسداری ہے؟ کیا امریکی عوام صرف یہ نعرے سنتے ہیں؟ کیا امریکی قوم اپنے حکمرانوں کے اس منافقانہ طرز عمل سے بے خبر ہے جس کے نتیجے میں فرزندان مصر کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہے؟ کیا یہی ہے وہ "امن و سلامتی" جس کا وہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں؟ یہ "امن و سلامتی" تو ذلیل و رسوا کرنے، مفلس بنانے اور آقاؤں کے سامنے جھکانے کی زنجیروں سے جکڑی ہوئی ہے۔ کیا یہ اعداد و شمار آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور ان دونوں کے پشت پناہ امریکہ کے عزائم کو بدل نہیں سکتے؟ امریکہ ان اداروں کو یوں چلا رہا ہے جیسے وہ اس اقتصادی جنگ کے ہر مرحلے میں، مصری انسانوں کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لینا چاہتا ہے۔ یوں امریکہ نے مشروط مدد کی منصوبہ بندی کر کے اور ورلڈ بنک کے ذریعے دباؤ ڈال کر مصری اقتصادیات پر کاری ضرب لگائی ہے تاکہ وہ اقتصادی منافع اور اس کے ساتھ مربوط دیگر سیاسی، عسکری اور جنگی حکمت عملی کے مفادات حاصل کر سکے۔

النقب اور سینا میں امریکی اسرائیلی حکمت عملی

میدان زراعت میں مصریوں کی مہارت اور تجربہ ہزاروں سالوں پر پھیلا ہونے کے باوجود، مصر کے وزیر زراعت اسرائیل کو یہ موقع فراہم کر رہے ہیں کہ وہ "سدھار" کے نام پر، سرزمین مصر کی مٹی اور زراعت کو خراب و برباد کرے"۔

امریکہ نے حکومت مصر کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ مصری کپاس کے بیجوں کا امریکی اور اسرائیلی بیجوں سے تبادلہ کرے۔ اب صیہونی ریاست، کپاس پیدا کرنے والے ممالک میں سب سے آگے ہے۔ پہلے یہ مقام مصر کو حاصل تھا مگر اب وہ اس سے محروم ہو چکا ہے۔ اس کی کپاس کی برآمد بھی ختم ہو چکی ہے۔ ادھر سینا اور النقب میں زرعی منصوبے شروع کیے گئے ہیں۔ پانی پر کنٹرول کے لیے مصر پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ سیاحت کے نام پر وادی سینا میں غیر ملکیوں کا داخلہ عام ہو چکا ہے۔ ہمیں یہ بات نظرانداز نہیں کرنی چاہیے کہ صیہونی، مصری سرحدوں کے اندر ۸۵ قسم کے بیج اور ایسی کھاد بھیجنے میں کامیاب ہو چکے ہیں جن میں ضرر رساں ہارمون کی آمیزش کی گئی ہے۔ مزید برآں وہ ۸۰ قسم کی ایسی زہریلی کیڑے مار دوائیں بھی مصر کے اندر لا چکے ہیں جن کا استعمال بین الاقوامی طور پر ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ یہ بیج، کھادیں اور کیڑے مار دوائیں انتہائی زرخیز زرعی علاقوں میں استعمال ہوئیں۔ جس کے نتیجے میں آڑو اور ٹماٹر کی پیداوار بری طرح تباہی سے دوچار ہوئی۔

مقبوضہ فلسطین سے موصولہ رپورٹوں سے معلوم ہوا ہے کہ اسرائیل نے آبی وسائل و ذرائع کی پالیسی میں خود سری، استبداد اور تسلط کا انداز اختیار کیا ہے۔ اس نے فلسطینیوں سے سات گنا زیادہ اور متعلقہ

ممالک میں سے ہر ملک سے پانچ گنا زیادہ آبپاشی کے پانی کا استعمال کیا ہے۔(۸)

مصریوں کو، مخلوط مصری کپاس کی کاشت کے تجربات کے نتائج دکھانے کے بعد، اب انھیں یہ کہنا کہ وہ اسرائیلی تعاون کے ساتھ ہونے والی آبپاشی کے ثمرات کا بھی مشاہدہ کریں، کس قدر باعث شرم ہے۔ صیہونیوں نے النقب میں زرعی منصوبوں کو مستحکم بنانے کی خاطر "ترعة السلام" نامی نہر کے ذریعے نیل کے پانی پر انحصار کرنے کی اسکیم بنائی ہے۔ حکومت مصر پر، صیہونی مسلسل دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ انھیں بحراحمر کے ساتھ نیز مطروح اور جنوبی سینا میں زرعی سرمایہ کاری کی اجازت دے۔ صیہونی سمندری پانی کو میٹھا کرنے کے منصوبوں میں بھی شریک ہونا چاہتے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۹۵ میں عمان کے سربراہی سمجھوتے میں مصر کو دیے جانے والے قرضوں میں، اسے اس بات کا پابند کیا گیا تھا کہ وہ طابا میں ۲۰۰ ملین ڈالر کی رقم، پانی میٹھا کرنے کے پراجیکٹ پر خرچ کرے، ۳۰ ملین ڈالر کی رقم اس علاقے میں آبی تحقیقاتی مرکز بنانے پر خرچ کرے، عرب علاقے میں ۴۰ ملین ڈالر، پانی میٹھا کرنے کی ٹیکنالوجی کے پروگرام پر صرف کرے۔ بحرروم کے ممالک کے سیلابی پانیوں کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے ۳۸ ملین کی رقم خرچ کی جائے گی۔(۹)

کسی دور اندیشی، پیش بینی اور احتیاط سے کام لیے بغیر ہر سامراجی حکم کی تعمیل کہاں کی دانشمندی ہے؟ اسلامی اور عربی شناخت مسخ کی جا رہی ہے۔ مسلمان اور عرب عزت و وقار خطرے میں ہے۔ سینا میں العسلة اور دھب کے مصری ساحلوں پر سیاحوں کی آمد سے منشیات کا استعمال، ایڈز کی مہلک بیماری اور فحاشی و عریانی اپنے پورے عروج پر پہنچ چکی ہے۔

طابا کے راستے صیہونی اسرائیلی بلاروک ٹوک مصر میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ مصر میں ہر طرح کی تخریبی کارروائیوں میں ملوث ہو کر، مصری قومی سلامتی اور قومی اخلاقی تشخص کے لیے خطرہ ثابت ہو رہے ہیں۔ اسرائیلی، مصر میں داخلے کے وقت کسی قانون اور ضابطے کی پابندی نہیں کرتے۔ اس کے برعکس فلسطینیوں کو غزہ میں رفح کے کراسنگ پوائنٹ پر، مصر اور اسرائیل دونوں میں داخل ہوتے وقت غیر معمولی مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ صورت حال کس کے مفاد میں ہے؟ کیا مصر امن کی خاطر صیہونی حکمرانوں کے آگے یونہی گھٹنے ٹیکتا رہے گا؟ کیا مصری پسپائی کا راستہ اختیار کرتے رہیں گے؟

اس بحران سے کیسے نکلا جائے؟

ورلڈ بنک کی جابرانہ پالیسیوں کے نتیجے میں، مصر کا اقتصادی اور معاشرتی ڈھانچہ روبہ زوال ہے۔ مصر کو معاشی پست ترین حالت سے نکالنے کا واحد حل صرف اسلامی نظام پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اس کے اہم نکات یہ ہیں:

۱۔ نظامِ زکوٰۃ قائم کیا جائے۔ ۲۔ خود اعتمادی پیدا کی جائے۔ خود انحصاری اور خود کفالتی کا طریقہ

اپنایا جائے۔ ۳۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر اسراف سے گریز کیا جائے۔ ۴۔ اسلامی اخلاق فاضلہ پر عمل کیا جائے۔ ۵۔ قومی سلامتی اور قومی وقار کا تحفظ کیا جائے۔ ۶۔ قومی ذرائع پیداوار پر اپنا مکمل کنٹرول ہو۔

اس سے اقتصادی اصلاحی انقلاب جنم لے گا۔ اسلام کی بنیادی اخلاقیات میں عمل کی ترغیب ہے۔ ایمان سے متعلق تمام آیات میں ایمان کو اعمال صالحہ سے مربوط کیا گیا ہے۔ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ (الجاثیہ ۴۵:۳۰)، پھر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل (بھی) کیے تو ان کا رب انھیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔

مصر اسی صورت میں مستحکم ہو سکتا ہے جب قوم اپنے ملک کی ضروریات خود پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت اور اس کی رضا کی خاطر تمام سودی کاروبار، لین دین اور معاملات کالعدم قرار دے کر مال اور بنکاری تنظیم کی تطہیر کرے۔ مصر کے اقتصادی بحران کا اسلامی حل اس امر کی ضمانت دے گا کہ امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر نہ ہوں۔ اس سے اس اسلامی عرب علاقے کو حقیقی توازن اور سلامتی مہیا ہو گی۔ حقیقت یہ ہے کہ مصر کو اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے استبدادی قوتوں کے سامنے اس طرح سرنگوں کر دینا، مصری زراعت و صنعت کو تباہ کر دینے کے بعد، اسے اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ اپنے آپ کو غیر ملکی سامان اور منصوبوں کی منڈی بنا لے جب کہ اس کے سر پر قرضوں کی مصیبت کا بوجھ بدستور قائم ہے، مصر کے حکمرانوں اور عوام دونوں کو ذلت سے دوچار کر دینا، یہ سب کچھ وہ ہے جسے نوم چانسکائی (Noam Chonsky) نے بین الاقوامی دہشت گردی (International Terrorism) کا نام دیا ہے۔ (۱۰)

۱۹۷۴ میں پینو نے کہا تھا: "آئی ایم ایف آج پوری دنیا کی سب سے بڑی حکمران قوت ہے۔ اس کے پاس جو اختیار و اقتدار ہے، اقوام متحدہ کے ارکان اس کا صرف خواب ہی دیکھ سکتے ہیں۔ اس لیے کہ آئی ایم ایف کو اپنے مقروض ممالک کے ذخائر سرمایہ اور ان کے داخلی معاملات میں مکمل اثر و رسوخ حاصل ہوتا ہے"۔ پینو نے انڈونیشیا، برازیل، کمبوڈیا، ارجنٹائن، فلپائن، کولمبیا اور سری لنکا کی مثالیں دی ہیں۔ یہ ماہر معاشیات خاتون کہتی ہے: "ان حکومتوں کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ آئی ایم ایف اور اس کے تباہ کن تقاضوں کا محتاج ہوئے بغیر اپنی اقتصادیات کو کیسے چلا سکتے ہیں؟" (ص ۲۷)

اللہ تعالیٰ نے کتنا سچ فرمایا ہے: "اور نہ تو یہودی تم سے راضی ہوں گے اور نہ عیسائی، تاوقتیکہ تم ان ہی کے مذہب کی پیروی نہ کرو۔ ان لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اور اگر اس کے بعد کہ تمھارے پاس علم آ چکا ہے تم ان کی خواہشوں پر چلے تو پھر تم کو اللہ (کے غضب) سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار"۔ (البقرہ ۲:۱۲۰)

حوالے:

1- Market Reports. National Trade Data Bank July 1992.

2- US Treaties and Other Agreements Part I. (1979 - 1981)

3- Market Reports. March 1996. Egypt. Cairo.

4- J.A. Allan. "Substitutes of Water Are Being Found in the Middle East and North Africa". Geojournal. 1992 p. 367

5- IBC International Risk Guide: Middle East and North Africa. International Reports (IBC Publications: U.S.A. 1992)

6- "Reuter;Middle East Magazine". December 1991.

7- Market Reports. National Trade Data Bank. March 1992. Egypt. Cairo.

8- John Cooley. "Middle East Water: Power for Peace". Middle East Policy 1992. p 30

9- Market Reports. National Trade Data Bank. March 1996. Israel Tel Aviv.

10- Noam Chonsky. Pirates and Emperors. International Terrorism (Amana Books. Vermont 1986)

لٹریچر کا روزانہ کچھ نہ کچھ مطالعہ اپنی عادت بنائیے!

ایک کارکن سے تحریک کے کیا تقاضے ہیں؟
سید مودودیؒ کے الفاظ میں جانیے

تحریک اور کارکن

مرتبہ: خلیل احمد حامدیؒ
ملک بھر کے تحریکی مکتبوں سے حاصل کیجیے

عطیہ اشتہار:

SEARS International

COMPUTERS, PRINTERS & MONITORS.

58, First Floor, Hafeez Centre Gulberg III, Lahore, Pakistan.

Tel: 92-42 - 5752247-48, Fax: 92-42-5752249